حسن درجہ کی صحیح حدیث کہا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی سند میں ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن عبد الملک متکلم فیہ راوی ہے۔ (تہذیب الکمال: ۲۶۰/۱۷) صحیح بخاری میں اس کی متابعت میں دو روایتیں ہیں، امام بخاریؒ نے اس سے حجت نہیں پکڑی۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری: ۴۱۸)

دوسرا راوی الفضل بن محمد بن مسیب الشعرانی ہے، جس کو امام حاکمؒ اور ابن الجوزیؒ نے (المنتظم: ۱۵۶/۵) میں " ثقة صدوق " کہا ہے اور اس پر جرح بھی ہے، امام ابن مندہؒ نے یہی حدیث اسی راوی الفضل بن محمد سے بیان کی ہے (ان اقول اذا فرغت من قرأتي في الوتر) یعنی: "میں وتر کی دعا اس وقت پڑھوں، کہ جب میں وتر کی قرأت سے فارغ ہو جاؤں"۔ (التوحید لابن مندہ: ۱۹۱/۲) لہذا رکوع سے پہلے قنوت کی ترجیح کے لیے یہ بھی ایک تائید ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اور محدثینؒ کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ وتر کی دعا رکوع سے بعد کی جائے، ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس رکوع سے پہلے والی روایت نہ پہنچی ہو، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ رکوع سے پہلے والی روایت ان کے نزدیک ضعیف ہو، وہ حدیث جس میں رکوع کے بعد دعا کا ذکر موجود ہے اس کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کرنے کے ساتھ قابلِ عمل سمجھا ہو۔

لہذا رکوع کے بعد وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت نہیں کہنا چاہیے چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور ائمہ محدثینؒ کی ایک جماعت کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔

سوال: ایک امام صاحب اپنے پیچھے سے ڈاڑھی منڈوانے یا کٹوانے والوں کو بازو سے پکڑ کر ہٹا دیتا ہے۔ اس کا یہ عمل کس حد تک جائز ہے جبکہ اس میں ترغیب والی بات مفقود ہے؟ ایضا

جواب: امام مسجد صاحب کا یہ رویہ قطعاً صحیح نہیں ہے، احسن طریق سے لوگوں کو دین کی تبلیغ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے ﴿ادع بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ امام صاحب کی اس حرکت سے لوگوں میں اہلِ حق کے بارے میں نفرت پھیلنے کا خدشہ ہے۔ وعظ و تبلیغ کے سلسلہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس پر فتن دور میں لوگ ویسے بھی دین سے دور ہو رہے ہیں۔ اور مسائل سے ناواقف عام نمازی حضرات کو بازو سے پکڑ کر صف سے نکال دیا جائے تو وہ اہل حق کی مساجد سے نکل کر کسی بھی دوسری اہل بدعت کی مساجد میں چلے جائیں گے جس سے ان کی اصلاح کے مواقع ختم ہو جائیں گے۔

البتہ اہل علم نمازیوں کو چاہیے کہ وہ بروقت مسجد میں پہنچ کر پہلی صف میں امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ تاکہ بعد میں بدمزگی پیدا نہ ہو۔